اسلامی تاریخی کہانیاں

نعیم احمد بلوچ

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اسلامی تاریخی کہانیاں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

نعیم احمد بلوچ

اس کتاب میں تاریخ اسلامی کی ایسی سچی کہانیوں کا انتخاب کیا گیا ہے جو انتہائی دل چسپ ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری بہت سی رایوں کو ٹھیک کرنے کا باعث ہوں گی۔ اس سے قارئین کے اندر سچائی کی خاطر ثابت قدم رہنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ اسلامی تاریخ کا آغاز محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوتا، بلکہ اس کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام ہی سے ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب ۱۴ سال کی عمر سے زیادہ کے قارئین کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کو نیشنل بک فاؤنڈیشن نے ایک ملک گیر مقابلے کے بعد تیسرا پرائز دیا۔

۲۰۰۴ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

فہرست

حضرت صالح اور اونٹنی	4
کردار کی جنت	10
ماں کا بھروسا	23
انوکھا سفر	29
صرف اللہ سے ڈرنے والے	35
تاریخ کی یاددہانی	39

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

حضرت صالح اور اونٹنی

یہ وہ زمانہ تھا جب عرب میں قوم ثمود کا ڈنکا بجتا تھا۔ یہ لوگ زیادہ تر کھیتی باڑی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زمین کو بڑی زرخیزی عطا کی تھی۔ مٹی میں بڑی طاقت تھی۔ فصل خوب ہوتی، پانی بھی بہت تھا۔ لوگوں نے کنویں کھودے ہوئے تھے۔ دراصل یہ اپنے وقت کے بہترین انجینئر تھے۔

ان کے محلات، قلعے اور مکان ان کے ہنر کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ میدانوں میں بڑے بڑے محل تو ہر زمانے میں بنائے جاتے ہیں لیکن قوم ثمود کا حیران کن ہنر پہاڑ تراشنا تھا۔

یہ لوگ کسی مناسب پہاڑ کا انتخاب کرتے، پھر اسے تراشنا شروع کر دیتے، یہاں تک کہ پہاڑ میں مکان بنا ڈالتے۔ یہ مکان غار نما ہرگز نہیں تھے بلکہ ان میں ہوا اور روشنی کا مناسب انتظام ہوتا۔ پہاڑ میں تعمیر ہونے کی وجہ سے یہ بہت مضبوط ہوتے تھے۔ انھی خوبیوں کی وجہ سے پورے علاقے میں ان جتنا خوش حال اور طاقت ور ملک کسی کا نہیں تھا۔ اور یہ خوش حالی اور طاقت ہی کا گھمنڈ تھا جس نے انھیں مغرور اور ظالم بنا دیا تھا۔ اردگرد کی بستیوں پر ظلم کرنا ان کے لیے ایک کھیل کا درجہ رکھتا تھا۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کی وجہ سے ثمود کے لوگ عیش کی زندگی بسر کر رہے تھے اور اپنے نبی اور رسول حضرت ہود علیہ السلام کی تعلیمات کو بھلا چکے تھے۔

انھی حالات میں ایک نوجوان کا چرچا ہوا۔ سرخ و سفید رنگ، لمبے قد اور مضبوط جس کا مالک یہ نوجوان عام لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ اسے اپنے زمانے کی فضول رونقوں سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔ اسے بت کدوں میں رکھے ہوئے بتوں سے بھی سخت نفرت تھی۔ لوگ اس کی زبان سے بتوں کے متعلق نفرت کے کلمات کئی دفعہ سن چکے تھے۔ لیکن اس کی شرافت اور دیانت کی وجہ سے اسے کچھ نہیں کہتے تھے۔

اس نوجوان کا نام ''صالح'' تھا۔ ایک معزز قبیلے کا باوقار شخص، جسے بعد میں اللہ نے اپنا نبی بنایا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے شہر کے بڑے بڑے لوگوں کی دعوت کی۔ انھوں نے کھانا کھلانے کے بعد لوگوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور انھیں بلانے کا مقصد بتاتے ہوئے کہا:

''اے لوگو! آج میں نے تمھیں وہ باتیں یاد کرانے کے لیے بلایا ہے، جن کو تم بھول چکے ہو۔ مجھے علم ہے کہ تم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ ہی نے تمھیں اور تمھاری زمین کو بنایا ہے۔ لیکن اس کے باوجود تم اس کی عبادت کرنے کے بجائے جھوٹے خداؤں کے سامنے جھکتے ہو۔ اے میری قوم کے سردارو! یہ گمراہی چھوڑ دو، ایک اللہ کی عبادت کرو۔ وہی تمھارا اصل رب ہے، اسی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور سرکشی کا رویہ چھوڑ دو۔''

حضرت صالح علیہ السلام کی گفتگو کے جواب میں ان سرداروں نے کہا: ''اے صالح! ہمیں تم سے بہت سی امیدیں تھیں۔ ہم تمھیں بہت معزز اور باوقار شخص سمجھتے تھے لیکن تم نے ہمیں ''گمراہ'' کہہ کر ہمارے باپ دادا کے دین کو گالی دی ہے۔ تمھاری کوئی بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ آخر ہم ان خداؤں کی پوجا کیوں چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں۔ تم نے ہمیں بہت مایوس کیا ہے۔''

حضرت صالح علیہ السلام نے انھیں سمجھانا چاہا لیکن وہ ناراض ہو کر وہاں سے اٹھ آئے۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

انھوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو خبردار کیا کہ اگر انھوں نے یہ باتیں عام لوگوں میں کیں تو نتائج کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے سرداروں کی دھمکی کو کوئی اہمیت نہ دی اور اپنی رسالت کا عام اعلان کر دیا۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ صالح نے رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔

انھوں نے اپنی قوم کو بتایا کہ وہ حضرت نوحؑ اور ہودؑ کی طرح کے رسول ہیں۔ ان کا انکار کرنے پر اللہ ان پر عذاب نازل کرے گا۔ مگر طاقت کے غرور میں پڑے ہوئے سرداروں اور مذہبی لیڈروں نے لوگوں کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ اگر وہ اللہ کی نافرمانی کر رہے ہوتے اور گناہ کی زندگی بسر کر رہے ہوتے تو اللہ انھیں پورے عرب میں اتنی عزت نہ دیتا، ان کی زمینوں کو اتنا سرسبز نہ بناتا اور ان کے محل اور پہاڑوں میں تراشے ہوئے مکان اتنے عمدہ نہ ہوتے۔

بت خانوں کے مالک یعنی کاہن کہتے: ''اے لوگو! خود سوچو، جو ہاتھ گناہ گار ہوں، ان ہاتھوں میں اللہ یہ ہنر کیوں پیدا کرے گا جن کی وجہ سے وہ پوری دنیا میں معزز بن جائیں...''

کچھ جھوٹے دانش ور دور کی کوڑی لائے اور کہنے لگے: ''دراصل اس (صالح علیہ السلام) کا علیحدہ اور تنہا رہنے سے (نعوذ باللہ) ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔ اس لیے یہ اپنے باپ دادا کو گمراہ قرار دے کر ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔''

کچھ زیادہ ہمدردی جتاتے تو کہتے: ''بے چارے صالح پر کسی بدروح کا سایہ پڑ گیا ہے۔''

بعض تو یہ کہنے سے بھی باز نہ آئے کہ صالح جادوگر ہو گیا ہے۔ کچھ سردار کہتے:

''ہمیں یقین ہے کہ صالح نے یہ سارا چکر اس لیے چلایا ہے کہ وہ لوگوں کو بے وقوف بنا کر ان کا سردار بن جائے۔ یہ بہت چالاک شخص ہے۔''

لیکن حضرت صالح علیہ السلام نے سرداروں اور بت کدوں کے کاہنوں کی باتوں کی کوئی پروا نہ کی اور اپنی تبلیغ جاری رکھی۔ آپ کی کوششوں سے کچھ لوگوں نے ایمان قبول کر لیا اور آپ کے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

رسول ہونے کا اقرار کر کے شرک اور بری باتوں سے باز آ گئے۔

ان میں اکثر ایسے تھے جو غریب اور عام لوگ تھے۔قوم کے سرداروں نے ان ایمان لانے والوں کو بے وقوف قرار دیا اور حضرت صالح علیہ السلام کا خوب مذاق اڑایا۔

کئی برسوں کی تبلیغ کے بعد ثمودی قوم آپ سے تنگ آ گئی۔ وہ آپ کو اپنے طاقت ور قبیلے کا معزز شخص ہونے کی وجہ سے کوئی نقصان بھی نہیں پہنچا سکتی تھی۔

ان دنوں قبیلے کے کسی فرد کے قتل ہو جانے پر جنگ کا لمبا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ چنانچہ قوم کے سرداروں نے بت کدوں کے کاہنوں سے مل کر ایک وفد بنایا۔ یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا:

''اے صالح! ہم تمھاری باتوں سے سخت تنگ آ گئے ہیں۔تمھاری عذاب کی دھمکیوں نے ہمارا جینا مشکل کر دیا ہے۔ ہماری خوش حال اور رنگین زندگی کو تم نے کباب میں ہڈی بن کر تباہ کر دیا ہے۔اس موقع پر ہم تم سے صاف صاف باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ تم کوئی معجزہ دکھاؤ۔ اگر تم نے ایسا کر دیا تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے!''

تب ایک دن حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ کے حکم پر ایک اونٹنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''یہ اونٹنی اللہ کی نشانی ہے۔ یہ تمھارے مطالبے پر بھیجی گئی ہے،اس لیے ایک دن یہ پانی پیے گی اور دوسرے دن تم۔ اگر اس اونٹنی کی باری کے دن تم نے کنویں سے پانی حاصل کرنے کی کوشش کی یا اس اونٹنی کو نقصان پہنچایا تو تم پر اللہ کا عذاب آ جائے گا۔''

قوم کے سردار بہت ڈرے۔ وہ کچھ عرصہ تو حضرت صالح علیہ السلام کے کہنے کے مطابق اس پابندی پر عمل کرتے رہے لیکن جلد ہی ان کا صبر ختم ہو گیا۔انھیں اپنا یوں پابند ہونا ایک آنکھ نہ بھایا۔ وہ اونٹنی کو اپنی چراگاہوں میں چرتا دیکھتے تو سخت غصہ کھاتے۔

آخر دو مال دار اور امیر عورتوں نے دو آدمیوں کو تیار کیا، انھیں اپنی دولت کا لالچ دیا۔اور ان سے کہا کہ وہ اللہ کی نشانی اس اونٹنی کو ہلاک کر دیں۔

یہ دو آدمی اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ ایک بہت ہی خوف ناک کام کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ وہ پہلے تو خوف زدہ ہوئے مگر رقم کے لالچ اور دوسرے لوگوں کے کہنے پر تیار ہو گئے۔

ان آدمیوں نے منصوبہ بنایا کہ وہ اونٹنی کو اس دن ہلاک کریں گے جب اس کے پانی پینے کا دن ہوگا۔ چنانچہ اگلے ہی دن وہ کنویں کے پاس جا کر چھپ گئے۔ ان کا پروگرام یہ تھا کہ جیسے ہی اونٹنی کنویں کے قریب آئے گی، وہ اس پر حملہ کر کے اسے مار دیں گے۔

انھیں زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ اونٹنی لمبے لمبے ڈگ بھرتی کنویں کے قریب آئی۔ دونوں ظالم چپکے سے کنویں کی اوٹ سے نکلے اور اونٹنی پر حملہ آور ہو گئے۔

ایک نے تلوار کا وار کر کے اس کی کونچیں کاٹ دیں اور دوسرے نے آگے بڑھ کر اس کی گردن پر نیزہ مارا۔ بے چاری اونٹنی زمین پر گر پڑی۔

بے قصور اونٹنی کو زمین پر تڑپتے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی پہنچ گئے۔ یہ لوگ چھپ کر یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ اونٹنی پر حملہ کرنے والوں کو کچھ نہیں ہوا تو ان کا بھی حوصلہ بڑھا۔ وہ بھی اپنا غصہ اتارنے پہنچ گئے۔ اب وہ سب مل کر اونٹنی کو مار رہے تھے۔

اونٹنی کو مارنے والوں کو رشوت دینے والی عورتیں بھی یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ ان سب نے خوشی کے نعرے لگائے اور حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑایا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اے صالح، ہم نے اللہ کی نشانی اونٹنی کو قتل کر دیا ہے اور ہمیں کچھ نہیں ہوا۔

یہ بے وقوف لوگ نہیں جانتے تھے کہ انھوں نے اللہ کی دی ہوئی مہلت کو اپنے ہاتھوں سے ختم کر لیا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام تک یہ خبر پہنچی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اب قوم ثمود کی مہلت ختم ہو گئی ہے۔ ان لوگوں پر چوبیس گھنٹوں کے دوران ایسا عذاب آئے گا کہ ان کی بستیاں عبرت کا نشان بن جائیں گی۔

حضرت صالح علیہ السلام کی یہ بات جب اونٹنی کے قاتلوں تک پہنچی تو وہ بہت خوف زدہ ہوئے۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

لیکن معافی مانگنے کے بجائے انھوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔

نو قبیلے اکٹھے ہو گئے اور ہر قبیلے سے ایک ایک جنگجو منتخب کیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ رات کو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پر حملہ کر کے ان کا قصہ پاک کر دیا جائے۔ انھوں نے ایک دوسرے سے وعدہ لیا کہ حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کے لیے سب قبیلے ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ یوں حضرت صالح علیہ السلام کا قبیلہ باقی قبیلوں سے بدلہ لینے کی جرأت نہیں کر سکے گا اور ڈر کر خاموش ہو جائے گا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون کے مطابق ان کافروں کو اپنے منصوبے پر عمل کرنے کی مہلت ہی نہ دی۔

اللہ تعالیٰ کا ''قانون'' ہے کہ اس کے رسولوں کو ان کی قوم یوں شہید نہیں کر سکتی۔ اگر قوم اس کی کوشش بھی کرتی ہے تو اس پر عذاب آ جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا اور وہ اپنے ماننے والوں کو ساتھ لے کر راتوں رات وہاں سے نکل گئے۔ اسی رات وادی میں ایک خوف ناک طوفان آیا۔ بگولے کی شکل کے اس طوفان کی گرج انتہائی دہشت ناک تھی۔ اس نے اہلِ ثمود کو تنکوں کی طرح بکھیر کر رکھ دیا۔ مضبوط محلوں اور قلعہ نما مکانوں میں رہنے والے یہ بدقسمت لوگ اب اللہ کی پکڑ میں تھے۔

صبح ہوئی تو ان کی بستی عبرت کا نمونہ بن چکی تھی۔ ایک بھی کافر زندہ نہیں بچا تھا۔ مکانات اور محلات کا تو ذکر ہی کیا، پہاڑ بھی یوں نظر آ رہے تھے جیسے ہوا ان کے آر پار ہو کر گزری ہو اور یہ پہاڑ اور محل پتھروں کے نہیں بلکہ کپڑے کے بنے ہوئے تھے اور ہوا نے آگ کی طرح ان کو جلا کر تباہ کر دیا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام ایمان لانے والوں کے ساتھ فلسطین کے علاقے رملہ کے قریب آ کر آباد ہو گئے اور باقی زندگی وہیں گزاری۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کردار کی جنت

یہ اس زمانے کی بات ہے جب مصر پر ''ریان'' بادشاہ کی حکومت تھی۔

ایک دن بادشاہ نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ سات موٹی تازی گائیوں کو سات دبلی اور کمزور گائیں نگل رہی ہیں۔ ایک دوسرے منظر میں اس نے دیکھا کہ گندم کی سات خوب پکی اور بھری ہوئی بالیاں ہیں، جنھیں سات خشک بالیاں کھا رہی ہیں۔

بادشاہ کو یقین تھا کہ یہ خواب کوئی عام خواب نہیں، بلکہ اس کا ضرور کوئی مطلب ہے۔ اس نے پورے مصر میں اعلان کرا دیا کہ جو کوئی مجھے اس خواب کا مطلب بتائے گا، اسے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ بڑے بڑے سیانوں اور عالموں نے بادشاہ کے اس خواب کی تعبیر بتائی لیکن کسی کی تعبیر اس قابل نہ تھی کہ بادشاہ اسے تسلیم کرتا۔

انھی دنوں بادشاہ کو شربت پلانے والے شخص کو وہ دن یاد آئے جب وہ جیل میں تھا۔ وہاں اس کی ملاقات ایک سچے اور نیک انسان سے ہوئی تھی۔ انھوں نے اس کے خواب کا بالکل ٹھیک ٹھیک مطلب بتایا تھا۔

وہ فوراً بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نیک انسان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے اسے ایک خواب کی تعبیر بتائی جو بالکل درست ثابت ہوئی تھی۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس نیک انسان کا نام ''یوسف'' ہے، وہ ایک دیہاتی غلام ہیں اور ایک وزیر نے انھیں جیل میں ڈال رکھا ہے۔ اس نے درباریوں سے مشورے کے بعد اجازت دے دی کہ یوسفؑ کے پاس جا کر خواب کی تعبیر پوچھی جائے۔ وہ شخص فوراً ان کے پاس جا پہنچا اور بولا:

''اے سچے اور نیک دوست، اس وقت میں آپ کے پاس بادشاہ کے خواب کی تعبیر پوچھنے آیا ہوں۔ پورے ملک میں کوئی نہیں جو اس خواب کی تعبیر بتا سکے۔ سب لوگ تیر تکے چلا رہے ہیں، لیکن آپؑ ہی وہ انسان ہیں جو اللہ کے دیے ہوئے علم کے مطابق اس کی تعبیر بتا سکتے ہیں۔''

حضرت یوسفؑ نے خواب سننے کے بعد بتایا: ''اس خواب میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ سات برسوں کے بعد تمھارے ملک میں شدید قحط پڑے گا اور اسی دوران میں تمھارا سارا غلہ ختم ہو جائے گا۔ سات دبلی گائیوں کے سات موٹی گائیوں کو کھانے کا یہی مطلب ہے!''

حضرت یوسفؑ نے مزید فرمایا: ''خواب کے دوسرے حصے میں دراصل اس قحط سے بچنے کی تدبیر بتائی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ تم لوگ ابھی سے آنے والے قحط کے لیے گندم محفوظ رکھو اور اس کو محفوظ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے بالیوں ہی میں رہنے دو۔ اس طرح گندم کو کیڑا نہیں لگے گا۔ قحط کے دنوں میں اسی محفوظ گندم کو استعمال میں لایا جائے اور بچت سے کام لیا جائے۔ پھر سات سال کے بعد ایک برس ایسا آئے گا جب خوب بارش ہوگی، قحط کی صورت حال ختم ہو جائے گی، ہر طرف فصلیں لہلہائیں گی اور لوگوں کی دعائیں قبول ہوں گی۔ یوں قحط کے سات سال یعنی خشک بالیاں، ذخیرہ شدہ بھری ہوئی بالیوں کو کھا جائیں گی۔ یہی تعبیر ہے تمھارے بادشاہ کے خواب کی۔''

اس شخص کو خواب کی تعبیر اس قدر اچھی لگی کہ وہ جھوم اٹھا۔ اس نے حضرت یوسفؑ سے اجازت چاہی اور فوراً بادشاہ کے سامنے پیش ہو کر خواب کی تعبیر کہہ سنائی۔ بادشاہ بھی اس تعبیر سے بہت خوش ہوا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ اس سے خواب میں موجود ہر بات کا مطلب

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اچھی طرح بیان ہو جاتا تھا۔ بادشاہ بہت حیران ہوا کہ اس قدر قابل آدمی جیل میں کیوں بند ہے؟

اسے بتایا گیا کہ ایک وزیر نے بارہ برس قبل ایک جھوٹے مقدمے میں حضرت یوسفؑ کو جیل بھیج دیا تھا۔ الزام یہ تھا کہ انھوں نے وزیر کی بیوی زلیخا اور اس کی سہلیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔

جب حضرت یوسفؑ کو باہر لانے کا حکم دیا گیا تو آپؑ نے کہا کہ میں اس وقت تک جیل سے باہر نہیں آؤں گا جب تک میرے ساتھ انصاف نہیں ہو جاتا۔ چنانچہ بادشاہ نے الزام لگانے والی عورتوں سے پوچھا تو انھوں نے اپنی غلطی مان لی کہ یوسفؑ تو بہت ہی اچھے انسان ہیں، ہم نے تو ان پر جھوٹا الزام لگایا تھا۔ تب حضرت یوسفؑ عزت کے ساتھ جیل سے باہر آئے۔

بادشاہ، حضرت یوسفؑ کی سچائی کو دل سے مان چکا تھا۔ اس نے کہا: ''بلاشبہ آج کے دن سے آپؑ ہماری نگاہوں میں بڑے رہنما اور امانت دار ہیں! آپ جیسے شخص کو آنے والے کڑے وقت میں ہمارے ساتھ ہونا چاہیے۔ آپؑ ہماری رہنمائی فرمائیں۔''

حضرت یوسفؑ نے بڑے اعتماد سے کہا: ''آپ اپنی مملکت کے خزانے میرے حوالے کر دیجیے۔ میں امانت کی حفاظت کرنا بھی خوب جانتا ہوں اور میرے پاس میرے رب کا دیا علم بھی ہے، جو میری رہنمائی کرے گا۔''

حضرت یوسفؑ اللہ کے نبی تھے اور آپ نے بادشاہ کی پیش کش اللہ کے حکم یعنی وحی کے آ جانے کے بعد قبول کی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آنے والے وقت میں اصل کام غلے اور اناج کی حفاظت کا ہے اور یہ محکمہ، وزارت خزانہ ہی میں شامل تھا۔ اس لیے آپؑ نے اللہ کے حکم کے مطابق اسی خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔

بادشاہ نے آپؑ کی بات مان لی اور وزارت خزانہ آپؑ کے سپرد کر دی۔ پھر جلد ہی صورت حال یہ ہوگئی کہ ملک کے تمام کام حضرت یوسفؑ کے مشورے ہی کی روشنی میں انجام پانے لگے اور پوری سلطنت آپؑ کے احکامات کے مطابق چلنے لگی۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

آپؑ نے کسانوں کو اپنی کاشت پر بھرپور توجہ دینے پر زور دیا۔ ہر قسم کے غلے کی کاشت کرنے کے لیے کسانوں کی حکومت کے خزانے سے مدد کی گئی۔ یوں سات برسوں میں آپؑ نے دن رات کی توجہ سے بھرپور پیداوار حاصل کی۔ جب فصل پکنے کو تیار تھی تو آپؑ نے گندم کے خوشے یعنی بالیاں الگ کرالیں۔ اسی طرح کھانے پینے کی جتنی اشیا بھی بازار میں ضرورت سے زیادہ تھیں، آپؑ نے خرید لیں اور غلے کو ذخیرہ کرنے کا ایسا طریقہ اپنایا کہ وہ خراب نہ ہو۔

سات برس کے بعد قحط شروع ہو گیا۔ بادل مصر کے آسمانوں سے ناراض ہو گئے، زمینیں خشک ہو کر بنجر ہو گئیں، سبزہ غائب ہو گیا اور لوگ بلبلانے لگے۔ یہی موقع تھا جس کی تیاری حضرت یوسفؑ نے کر رکھی تھی۔ آپؑ نے پورے مصر میں اعلان کرا دیا کہ جس کے پاس غلہ نہیں ہے، وہ آ کر خرید سکتا ہے۔

کنعان کے علاقے میں جب یہ اعلان پہنچا کہ بادشاہ غلہ دے رہا ہے تو حضرت یعقوبؑ کے دس بیٹے بھی غلہ لینے مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت یعقوبؑ اصل میں حضرت یوسفؑ کے والد تھے اور اللہ کے نبی بھی۔ حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائیوں نے بچپن میں انھیں کنویں میں پھینک دیا تھا۔ وہ حضرت یوسفؑ سے بہت حسد کرتے تھے۔ واپس آ کر انھوں نے حضرت یعقوبؑ کو یہ بتلایا کہ ہم کھیل رہے تھے اور یوسفؑ کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ حضرت یعقوبؑ کو ان کی بات پر یقین نہ آیا لیکن انھوں نے صبر کیا۔

دوسری طرف حضرت یوسفؑ کو ایک قافلے والے کنویں سے نکال کر لے گئے اور مصر لے جا کر بیچ دیا۔ انھیں ایک وزیر نے خرید لیا تھا۔ جب حضرت یوسفؑ بڑے ہوئے تو وزیر کی بیوی نے آپ پر جھوٹا الزام لگا کر آپ کو جیل میں بند کرا دیا تھا۔

اب حضرت یوسفؑ کے یہ سوتیلے بھائی جب غلہ خریدنے پہنچے تو آپؑ نے انھیں پہچان لیا، البتہ وہ آپؑ کو نہ پہچان سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یوسفؑ کو انھوں نے خاصی چھوٹی عمر میں کنویں میں پھینکا تھا اور اب وہ بڑے ہو چکے تھے۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

غلہ خریدنے کے بعد جب وہ جانے لگے تو آپ نے بھائیوں کو روک لیا اور پوچھا کہ وہ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ یوں آپ نے باتوں باتوں میں اپنے گھر کی خیریت معلوم کی۔ آپؑ نے اپنے والد محترم حضرت یعقوبؑ اور سگے بھائی بن یامین کی خیریت پوچھنے کے بعد کہا:

''تم لوگوں نے بتایا کہ ہم بارہ بھائی ہیں تو غلہ خریدنے دس کیوں آئے ہو، باقی دو کہاں ہیں؟''

انھوں نے جواب دیا: ''ہمارے گیارہویں بھائی کو بھیڑیا اٹھا لے گیا تھا، جبکہ بارہواں بھائی گھر پر ہے۔ اسے ہمارے والد نے ہمارے ساتھ بھیجنے کی اجازت نہیں دی۔''

آپؑ نے فرمایا: ''دیکھو، میں نے تمھارے گھر میں موجود تمام افراد کے حساب سے غلہ دے دیا ہے۔ لیکن آیندہ صرف ان افراد کو غلہ ملے گا جو خود آئیں گے۔ البتہ تمھیں بوڑھے ماں باپ کو یہاں لانے کی تکلیف نہیں دیتا۔ مگر گھر میں موجود بھائی کو ضرور ساتھ لانا ورنہ کچھ بھی نہیں ملے گا۔''

یوں آپؑ نے ان بھائیوں سے جنھوں نے بھائی ہو کر بھی آپؑ سے دشمنوں سے بدتر سلوک کیا، انتہائی اچھا برتاؤ کیا اور اپنے دادا ابراہیمؑ کی مہمان نوازی کی سنت کو قائم رکھا۔ پھر آپؑ نے غلہ ڈالنے والے عملے کو حکم دیا کہ ان لوگوں نے غلے کی جو قیمت ادا کی ہے، وہ بھی انھیں لوٹا دی جائے اور وہ بھی اس طرح کہ انھیں علم نہ ہو۔ آپ نے یہ رقم اپنی جیب سے سرکاری خزانے میں جمع کرا دی۔

حضرت یوسفؑ کے بھائی خوشی خوشی کنعان پہنچے۔ جب انھوں نے غلہ اتارا اور ہر ایک جانور پر لدے غلے میں انھیں اس کی قیمت پڑی ہوئی ملی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے حضرت یعقوبؑ کو عزیز مصر (اس زمانے میں وزیر کو عزیز کہا جاتا تھا) کی سخاوت اور دریا دلی کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ مگر جب انھوں نے اگلی دفعہ بن یامین کو ہمراہ لے جانے کی اجازت کی بات کی تو حضرت یعقوبؑ بولے:

''ہرگز نہیں.... کیا میں تم پر ویسا ہی اعتماد کروں جیسا یوسفؑ کے معاملے میں کیا تھا۔ اصل بات

تو یہ ہے کہ نہ میں نے اس دن تم پر اعتماد کیا تھا، نہ آج تم پر اعتماد ہے۔ مجھے تو بس اپنے اللہ پر بھروسا ہے۔ وہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا اور سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''

حضرت یعقوبؑ نے بن یامین کو ساتھ بھیجنے سے صاف انکار کر دیا تھا لیکن جب گھر کا اناج ختم ہونے کو آیا تو بھائیوں نے پھر والد سے گزارش کی۔ گھر میں فاقوں کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے حضرت یعقوبؑ اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور ہو گئے۔ البتہ انھوں نے بیٹوں سے کہا کہ تم مجھ سے پکا وعدہ کرو کہ اس کی ہر طرح سے حفاظت کرو گے۔ بیٹوں نے وعدہ کیا کہ جب تک ان کی جان میں جان ہے وہ بن یامین کی حفاظت کریں گے۔ حضرت یعقوبؑ نے انھیں نصیحت کی کہ جب شہر میں داخل ہوں تو ایک ہی دروازے سے مت داخل ہوں بلکہ ہر بھائی علیحدہ علیحدہ دروازے سے شہر میں جائے۔

دراصل مصری کنعان کے رہنے والوں سے خطرہ محسوس کرتے تھے۔ اس لیے ڈر تھا کہ وہ گیارہ بھائیوں کو اکٹھا دیکھ کر ان سے حسد کرنے لگ جائیں یا ان کے بارے میں سوچیں کہ یہ مل کر کوئی ہنگامہ نہ کر دیں۔ حضرت یعقوبؑ نے اسی لیے انھیں علیحدہ علیحدہ دروازوں سے شہر میں داخل ہونے کی نصیحت کی تھی۔

حضرت یوسفؑ کے بھائی جب مصر میں داخل ہوئے تو والد کی نصیحت کے مطابق سب مختلف دروازوں سے داخل ہوئے۔ دوسری طرف حضرت یوسفؑ تک بھی ان کی آمد کی خبر پہنچ گئی تھی۔ آپؑ نے فوراً سب کو شاہی مہمان خانے میں ٹھہرایا اور مناسب وقت پر اپنے سگے بھائی بن یامین کو علیحدگی میں بلوا لیا۔ آپؑ بھائی سے گلے لگ کر ملے اور اسے بتایا کہ میں ہی تمھارا بچھڑا ہوا بھائی ہوں۔

بن یامین نے حضرت یوسفؑ کو گھر کے سارے حالات بتائے کہ کیسے ان کے بھائیوں نے والد سے جھوٹ بولا۔ بن یامین نے یہ بھی بتایا کہ اب وہ سوتیلے بھائیوں کے حسد کا شکار رہتا ہے اور والد کی محبت چونکہ اس کے ساتھ زیادہ ہے، اس لیے وہ اس کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔ یہ

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

سن کر حضرت یوسفؑ نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے بھائی کو ان ظالموں کے حوالے نہیں کریں گے۔ آپؑ کو اس بات کا بھی اندیشہ محسوس ہوا کہ وہ غلے کے لالچ میں بن یامین کو نقصان ہی نہ پہنچا دیں۔ لیکن مصر کا قانون تھا کہ کوئی اجنبی شاہی محل میں بلاوجہ نہیں ٹھہر سکتا اور حضرت یوسفؑ قاعدے قانون کی پابندی کرنے والے انسان تھے۔ اس لیے آپؑ کو اپنی خواہش کو پورا کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ سوتیلے بھائیوں سے اپنا تعارف بھی نہیں کرانا چاہتے تھے، اس لیے کہ آپؑ نے اپنی اس خواہش کو اللہ پر چھوڑ دیا۔

اگلے دن جب برادرانِ یوسفؑ کو غلہ دے دیا گیا تو حضرت یوسفؑ نے چپکے سے ایک قیمتی کٹورا بن یامین کے کجاوے میں رکھ دیا۔ آپؑ نے یہ کٹورا محض نشانی کے لیے بھائی کے کجاوے میں رکھا تھا۔

غلہ لاد کر جب یہ قافلہ روانہ ہو گیا تو حضرت یوسفؑ کے ملازمین کو معلوم ہو گیا کہ ایک شاہی کٹورا غائب ہے۔ ان کا پہلا شک حضرت یوسفؑ کے بھائیوں پر گیا کہ ہو نہ ہو ضرور یہ دیہاتی ہی اپنے ساتھ کٹورا لے گئے ہیں۔ شاہی پولیس کے کارندے ان کے پیچھے دوڑے اور تھوڑے ہی فاصلے پر انھیں جا لیا۔ انھوں نے ان پر چوری کا الزام لگایا تو ایک بھائی شمعون بولا:

''اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ ہم میں سے کسی نے چوری کی ہے۔ لیکن اگر تمھاری بات صحیح ہوئی تو جس کے سامان سے تمھارا پیمانہ نکلے اسے تم لوگ سزا کے طور پر اپنے پاس رکھ لینا۔ جس بادشاہ نے ہمیں مہمان ٹھہرایا، اس کے احسان کا ہم یہ بدلہ دیں کہ اس کے ہاں چوری کریں، اس ظلم کی سزا یہی ہونی چاہیے۔''

''تو چلو، واپس چلو....'' کارندوں نے کہا اور وہ واپس چلے آئے۔

محل میں آنے والے کارندوں نے حضرت یوسفؑ کے سامنے تمام بھائیوں کے بوروں کی تلاشی لی۔ آخر پیمانہ بن یامین کے سامان سے نکل آیا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک بھائی نفرت سے بولا:

''اچھا! اس لڑکے نے چوری کی ہے تو پھر کوئی حیرانی کی بات نہیں۔ اس کا دوسرا بھائی بھی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ایسا ہی تھا، اس نے بھی چوری کی تھی۔''

حضرت یوسفؑ اس جھوٹے الزام کو سن کر بھی کچھ نہ بولے۔ کارندے نے بن یامین کو اپنے قبضے میں کر لیا تو بھائیوں کو اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے کیا وعدہ یاد آ گیا۔ یہودا، جو اپنے تمام بھائیوں میں کچھ بہتر انسان تھا، بولا:

''اے عقل مند عزیز مصر! گذارش ہے کہ ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے۔ وہ پہلے ہی اپنے ایک بیٹے کی جدائی میں غم زدہ ہے۔ اس نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ براہ کرم آپ ہم میں سے کسی اور کو اپنے پاس رکھ لیں لیکن اسے جانے دیں۔''

حضرت یوسفؑ نے فرمایا: ''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں قصوروار کے بجائے بے قصور کو پکڑوں۔ ایسا کرنا ظلم ہے۔''

بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کی بات سے جان لیا کہ ان کی کسی درخواست کا ان پر اثر نہیں ہو گا۔ وہ ایک طرف ہو کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ بڑا بھائی بولا:

''بھائیو، یوسفؑ کے معاملے میں ہم پہلے ہی اپنے باپ کے سامنے شرمندہ ہیں۔ اس دفعہ تو وہ ہماری کسی بات پر یقین نہیں کریں گے۔ وہ سراسر ہمیں ہی قصوروار سمجھیں گے۔''

''تو پھر کیا کیا جائے؟'' دوسرے نے پوچھا۔

بھائیو، میرا فیصلہ تو یہ ہے کہ میں بن یامین کے بغیر باپ کے سامنے نہیں جاؤں گا'' بڑے نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

مشورے کے بعد آخر یہی طے پایا کہ بڑا بھائی یہی رہے گا تا کہ والد محترم کو یہ تسلی دی جا سکے کہ بن یامین مصر میں اکیلا نہیں ہے۔ باقی بھائی پریشانی کی حالت میں واپس آ گئے۔

کنعان پہنچ کر انھوں نے حضرت یعقوبؑ کو ساری داستان سنائی اور کہنے لگے کہ ہماری بات پر یقین نہیں آیا تو آپ قافلے کے دوسرے لوگوں سے پوچھ لیں۔

حضرت یعقوبؑ بولے: ''میں تمھاری اس بات پر بھی صبر کروں گا۔ بے شک صبر بہترین سہارا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ میرے دونوں بیٹوں کو ایک دن ضرور مجھ سے ملائے گا۔'' اس موقع پر حضرت یعقوبؑ کے سینے سے ایک ہوک سی اٹھی اور وہ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولے: ''آہ! یوسف کی جدائی کا درد۔'' دراصل حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ سے اتنی محبت تھی کہ بیٹے کی جدائی میں رو رو کر آنکھوں نے دیکھنا بند کر دیا تھا۔

بھائی جل بھن کر بولے: ''لگتا ہے ہمارے والد تو اپنے آپ کو یوسفؑ کے غم میں ہلاک کر لیں گے۔''

ایک نے بے رخی سے کہا: ''والد صاحب، یوسفؑ کا تو کام تمام ہو چکا مگر آپؑ اب بھی اس سے ملنے کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔''

☆☆☆

جب یوسفؑ کے بھائی تیسری دفعہ آپ کے سامنے آئے تو بن یامین کو قیدیوں کے بجائے معزز اور باوقار طریقے سے حضرت یوسفؑ کے ساتھ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ وہ منت کرتے ہوئے بولے:

''اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو قحط نے سخت پریشانی میں ڈال دیا ہے۔ پھر آپ نے ہمارے دو بھائیوں کو بھی اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ ہمارے پاس اس مرتبہ غلہ خریدنے کے لیے قیمت بھی پوری نہیں ہے، جو اشیا ہم غلے کے بدلے میں دینے کے لیے لائے ہیں شاید وہ بھی آپ کو قبول نہ ہوں۔ آپ ہمیں ضرورت مند سمجھ کر اپنی جانب سے احسان فرمائیے.... بے شک اللہ تعالیٰ صدقہ اور خیرات کرنے والوں کو نیک بدلہ دیتا ہے۔''

بھائیوں کی طرف سے یہ لب ولہجہ حضرت یوسفؑ کے لیے حیرت کا باعث تھا۔ حضرت یوسفؑ اپنے خاندان کے متعلق تو جانتے ہی تھے کہ یہ لوگ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے والے نہیں۔ پھر والد محترم کا حال جان کر ان کا دل بھر آیا اور انھوں نے راز سے پردہ اٹھانے کا ارادہ کر لیا۔ وہ فرمانے لگے:

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

''کیا تم لوگوں کو یاد ہے کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا؟ پھر اسی جہالت کا مظاہرہ تم نے اس کے بھائی بن یامین سے بھی کیا!''

بھائیوں نے حیرت سے حضرت یوسفؑ کی طرف دیکھا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ بھائی کو کنویں میں پھینکنے کا راز تو ان کے علاوہ صرف یوسفؑ ہی کو معلوم تھا تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے سامنے عزیز مصر کے روپ میں یوسفؑ کھڑے ہیں۔ انھوں نے غور سے آپؑ کی طرف دیکھا تو حیرت سے اچھل پڑے۔

شاہی وقار اور شان کے پیچھے انھیں وہی معصوم صورت اور ہر کسی کا دل موہ لینے والا چہرہ دکھائی دے رہا تھا جس کے حسد میں انھوں نے وہ کچھ کر دیا تھا جو کوئی دشمن بھی نہ کرتا۔ بے اختیار ان کے منہ سے نکلا: ''کیا واقعی آپ یوسفؑ ہیں؟''

حضرت یوسفؑ نے فرمایا: ''ہاں، میں یوسف ہی ہوں اور بن یامین میرا سگا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا۔ جو شخص بھی برائیوں سے بچے، مصیبتوں میں ثابت قدم رہے اور اپنے اللہ پر بھروسا رکھے تو اللہ اس کی نیکیوں کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔''

بھائیوں نے جب یہ سنا تو حیرت اور بے یقینی سے آپؑ کی طرف دیکھنے لگے۔ لیکن اب اس حقیقت کو جھٹلانا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ بھائی ہونے کے باوجود انھوں نے اپنی طرف سے یوسفؑ کی زندگی میں مشکلات اور مصیبتوں کے بیج بونے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ لیکن آپؑ تو خالص سونا تھے جو مشکلات کی بھٹی میں کندن بن کر چمک رہے تھے۔

اس موقع پر ان کے اندر کی انسانیت جاگ اٹھی۔ وہ ایک زبان ہو کر بولے: ''خدا کی قسم، اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر برتری بخشی اور ہم ہی قصوروار تھے۔''

حضرت یوسفؑ نے اس موقع پر اپنے طرز عمل سے پھر ثابت کر دیا کہ آپؑ واقعی عظیم ہیں۔ آپؑ کو معلوم تھا کہ بھائیوں کے دل میں اس وقت خوف کی آندھیاں چل رہی ہوں گی۔ آپؑ نے فرمایا:

''اے بھائیو، تم کسی خوف میں مبتلا نہ ہو۔ آج کے دن میری جانب سے تم پر کوئی الزام نہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارا قصور بخش دے، وہ تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''

بھائیوں کو معاف کرنے کے بعد حضرت یوسفؑ نے فرمایا: ''اب تم واپس کنعان جاؤ اور میری یہ نشانی لیتے جاؤ۔''

یہ کہہ کر انھوں نے اپنی قمیص ان کے حوالے کر دی اور فرمایا: ''میری یہ قمیص والد محترم کے چہرے پر ڈال دینا، اللہ نے چاہا تو ان کی بینائی لوٹ آئے گی۔''

دراصل حضرت یوسفؑ کو معلوم تھا کہ ان کی ہلاکت کی خبر پہنچاتے ہوئے ان کے بھائیوں نے ان کی قمیص ہی باپ کو دکھائی تھی۔ اب اسی قمیص ہی کے ذریعے سے وہ یہ خوش خبری اپنے والد محترم تک پہنچانا چاہتے تھے۔

☆☆☆

حضرت یعقوبؑ اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ آپؑ پیغمبر بھی تھے، پیغمبر کے والد بھی اور پیغمبر کے بیٹے بھی۔ اللہ نے آپؑ کے دل کو سکون بخشا تھا۔ جب قافلہ مصر سے چلا تو آپؑ بول پڑے:

''اے لوگو! اگر تم مجھے میرے بڑھاپے کا طعنہ نہ دو تو میں یقیناً یہ کہوں گا کہ مجھے اپنے بچھڑے ہوئے یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے۔''

حضرت یوسفؑ کے بھائی جب کنعان پہنچے تو انھوں نے جھکے سر اور شرم سار نگاہوں سے سارا قصہ باپ کو کہہ سنایا اور سب زیادتیوں کو تسلیم کرتے ہوئے باپ سے معافی مانگنے لگے۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا:

''میں اپنے رب سے تمھاری بخشش کی دعا کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ تم پر رحم کرے۔ یوں حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کو یہ بتا دیا کہ تمھارا آیندہ کا رویہ ہی تمھاری بخشش کا معاملہ طے کرے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

گا۔ یوں مت سمجھنا کہ برسوں تک تم جو ظلم وستم کرتے رہے ہو، وہ ایک لمحے میں معاف کر دیے گئے ہیں۔ اللہ کا قانون ہے کہ وہ انسان کے پچھلے گناہوں کو صرف اس شرط پر معاف کرتا ہے جب انسان کے دل میں شرم، پچھتاوے کا سچا جذبہ اور مستقبل میں اپنے آپ کو سنوارنے کا عزم ہو۔''

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے جب آپؑ کی دی ہوئی قمیص حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈالی تو اللہ کی قدرت سے آپؑ کی بینائی لوٹ آئی۔ پھر بیٹوں نے یہ پیغام بھی دیا کہ یوسفؑ نے سارے خاندان کو مصر بلایا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کے خاندان کے کل افراد کی تعداد ستر تھی۔ سب لوگ ایک قافلے کی صورت میں مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جیسے ہی قافلہ مصر کے قریب پہنچا، شہر کی دیواروں پر کھڑے پہرے داروں نے حضرت یوسفؑ تک خبر پہنچا دی۔ آپ خود اپنے والد محترم اور خاندان والوں کے استقبال کے لیے شہر سے باہر پہنچ گئے۔

جب حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ کے ساتھ ملے تو وہ ایک عجیب منظر تھا۔ دونوں باپ بیٹوں کی جدائی کے غموں کو آنسوؤں نے دھو ڈالا۔ یہ آنسو خوشی کے بھی تھے، شکر کے بھی۔ زمانے نے پیغمبر کے بیٹے کے پیغمبر باپ سے ملنے کا یہ منظر بھلا پہلے کہاں دیکھا ہوگا!

حضرت یوسفؑ اپنے خاندان کو ایک عظیم الشان جلوس کی شکل میں شاہی محل لائے۔ جب دربار منعقد کیا گیا تو حضرت یوسفؑ نے اپنے والد محترم حضرت یعقوبؑ اور اپنی خالہ اور سوتیلی والدہ کو اپنی شاہی نشست کے پاس جگہ دی۔

اس موقع پر حضرت یوسفؑ کو اپنا وہ خواب بھی یاد آیا جو انھوں نے بچپن میں دیکھا تھا۔ انھوں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور ایک سورج کو اپنے سامنے جھکتے ہوئے دیکھا تھا۔

یہ خواب انھوں نے اپنے والد محترم حضرت یعقوبؑ کو بھی سنایا تھا۔ انھوں نے اس کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنی نعمتیں نازل کرے گا۔

اس وقت تو حضرت یوسفؑ کو اپنے والد کی باتیں اچھی طرح سمجھ میں نہیں آئی تھیں، مگر آج جب انھوں نے دیکھا کہ ان کے والد اور گیارہ بھائی حکمران ہونے کی وجہ سے انھیں جھک کر سلام کر رہے ہیں تو انھیں اپنا خواب یاد بھی آ گیا اور اس کی جیتی جاگتی تعبیر بھی ان کے سامنے آ گئی۔

حضرت یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دعا کی: ''اے پروردگار! تو نے مجھے حکومت عطا فرمائی اور باتوں کا مطلب اور نتیجہ نکالنا سکھایا۔ اے آسمان اور زمین کے بنانے والے! تو ہی میرا کارساز ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ مجھے توفیق دے کہ جب میں اس دنیا سے رخصت ہونے لگوں تو تیری فرماں برداری کی حالت میں جاؤں اور میرا شمار ان لوگوں میں ہو جو تیرے بندے ہیں۔''

اس واقعے کے بعد حضرت یوسفؑ کا تمام خاندان مصر ہی میں آباد ہو گیا۔ شاہِ مصر نے حضرت یوسفؑ سے زور دے کر کہا تھا کہ اپنے خاندان کو مصر ہی میں آباد کرو۔ میں ان کو عمدہ زمین بھی دوں گا اور عزت بھی۔

حضرت یوسفؑ کا خاندان مصر میں ایک علیحدہ بستی میں آباد ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوبؑ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی قوم پر مصریوں کا شرک اور بداخلاقی اثر انداز ہو۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ مصر کی شہری زندگی انھیں دیہاتی زندگی کی سادگی سے محروم کر دے۔

حضرت یوسفؑ کی باقی زندگی مصر ہی میں بسر ہوئی۔ آپؑ ایک سو دس برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ماں کا بھروسا

انسانوں کی یہ بستی بھی عجیب تھی۔اس بستی میں رہنے والوں سے زیادہ ظلم شاید ہی کسی پر ہوا ہو! اس کا بادشاہ بہت ظالم تھا۔اس بادشاہ نے جو قانون بنا رکھا تھا، اس سے پہلے وہ قانون کسی نے نہیں بنایا تھا۔ یہ کہانی اسی عجیب اور مظلوم بستی کے ایک گھرانے کی ہے اور اس کا ایک ایک لفظ بالکل سچا اور حقیقت پر مبنی ہے۔

یہ کہانی ایک ماں کی کہانی ہے جس کا نام ''یوکبد'' تھا۔ یوکبد کے ہاں جب ایک بیٹی اور ایک بیٹے کے بعد تیسرا بچہ پیدا ہوا تو وہ خوش ہونے کے بجائے سخت خوف زدہ اور پریشان ہوگئی۔اس کی پریشانی کی وجہ وہ خوف ناک قانون تھا جو بادشاہ نے بنایا تھا۔

اس قانون کے مطابق بستی میں رہنے والے لوگوں کے ہاں جو بھی بیٹا پیدا ہوتا، اسے قتل کر دیا جاتا۔ بادشاہ کی جاسوس عورتیں بستی میں پھرتی رہتیں۔انھیں جیسے ہی کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی خبر ملتی، فوراً ظالم بادشاہ کے سپاہیوں کو خبر کر دیتیں اور وہ معصوم بچے کو قتل کر دیتے۔

یوکبد کو یہی فکر تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو ظالم بادشاہ کے سپاہیوں سے کیسے محفوظ رکھے۔اس کے شوہر نے اپنے طور پر اس کا انتظام کر رکھا تھا کہ کسی کو یہ خبر نہ ہو کہ ان کے ہاں بیٹے نے جنم لیا ہے۔ لیکن یوکبد اپنے شوہر سے کہتی کہ ہم کب تک اس بات کو چھپائیں گے۔جس دن ظالم بادشاہ کو خبر

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

پہنچی، اسی دن وہ میرے خوب صورت اور روشن آنکھوں والے بچے کو لے جائیں گے۔ وہ دن رات اپنے بچے کی سلامتی کی دعائیں مانگتی۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا اسی قدر اس کے دل میں یہ خوف پیدا ہو رہا تھا کہ نہ جانے کب ظالموں کو خبر ہو جائے اور وہ بچے کو مارنے پہنچ جائیں۔

یہ انھی دنوں کی بات ہے جب یوکبد کو محسوس ہوا جیسے اس سے کسی نے سرگوشی کی ہے۔ اس نے ارد گرد دیکھا لیکن وہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ کمرے میں اکیلی ہی تھی۔ اس نے سوچا کہ شاید یہ میرا وہم ہو، لیکن اسے آواز دوبارہ سنائی دی۔ اس مرتبہ آواز اتنی صاف اور واضح تھی کہ اسے کسی قسم کا شک نہ رہا۔ واقعی کوئی اس کا نام لے رہا تھا۔ کہہ رہا تھا:

''اے یوکبد، جب تمھیں بچے کے بارے میں خطرہ محسوس ہو تو اسے ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں چھوڑ دینا۔ دریا اسے کنارے پر دھکیل دے گا۔ پھر ہمارا وعدہ ہے کہ ہم اس بچے کو محفوظ بھی رکھیں گے اور یہ تمھاری گود میں پرورش بھی پائے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔''

یوکبد اللہ پر یقین رکھنے والی ماں تھی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اس سے سرگوشی کسی اور نے نہیں بلکہ اللہ نے کی ہے اور اپنے دل کے ٹکڑے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دینے کا حکم کسی اور نے نہیں بلکہ اللہ نے دیا ہے تو اس نے فوراً اس حکم پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے اپنی بڑی بیٹی مریم کو اپنا ہم راز بنایا اور اس کے ساتھ مل کر لکڑی کا ایک صندوق لیا۔ اس پر اچھی طرح روغن کیا تاکہ پانی سے لکڑی خراب نہ ہو۔ پھر اپنے خوب صورت بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے صندوق میں ڈالا اور بیٹی سے کہا کہ اسے خاموشی سے دریا میں بہا آؤ۔

مریم کو روانہ کر کے وہ اللہ سے بچے کی سلامتی کی دعائیں مانگنے لگی۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ انتظار کرنے لگی کہ مریم کب واپس آتی ہے تاکہ وہ اس سے پوچھے کہ صندوق دریا میں بہتا ہوا کدھر گیا ہے۔

اس کا انتظار طویل ہوتا گیا۔ یوکبد سخت بے چین تھی کہ آخر اس کی بیٹی واپس کیوں نہیں آئی۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کبھی دل میں یہ وہم پیدا ہوتا کہ کہیں بادشاہ کے سپاہیوں نے تو اسے صندوق دریا میں بہاتے نہیں دیکھ لیا۔ وہ سوچتی کہ اگر ایسا ہوا تو سپاہی بچے کو تو قتل کریں گے ہی، مریم کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ لیکن پھر اسے اللہ کا وعدہ یاد آیا اور مایوسی کے اندھیروں میں امید کا چراغ جل اٹھا۔ وہ اللہ سے مخاطب ہوئی:

''اے اللہ، مجھے تمھارے وعدے پر پورا پورا بھروسا ہے۔ لیکن کیا کروں، میں ایک ماں بھی ہوں۔ دل بار بار وہموں اور خیالوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے لگتا ہے۔''

کئی گھنٹوں کے انتظار کے بعد مریم ہانپتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی۔ ماں اس کے چہرے پر لکھی تحریر کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ مریم نے سرگوشی سے کہا:

''ماں، تیار ہو جاؤ۔ آپ میرے ساتھ بادشاہ کے محل میں جا رہی ہیں۔''

ماں کا دل دھک سے رہ گیا، بولی: ''کیا بیٹے کو بچانے کی کوشش کرنے کے الزام میں مجھے سزا ملنے والی ہے؟''

دراصل یوکبد بادشاہ یا اس کی حکومت کے کسی شخص سے اچھے سلوک کی توقع ہی نہیں رکھتی تھی۔ ان ظالم حکمرانوں نے اپنے مخالفوں کے بچوں ہی کو قتل کرنے کا قانون نہیں بنایا تھا، بلکہ انھوں نے سب مردوں اور عورتوں کو اپنا غلام بنا رکھا تھا اور ان سے پتھر ڈھونے اور عمارتیں بنوانے کا کام لیتے تھے۔

''نہیں ماں.... دراصل میرا بھائی بادشاہ کے محل میں ہے!'' مریم نے رازداری سے کہا۔

یہ خبر اور بھی زیادہ پریشان کر دینے والی تھی۔ وہ فوراً بولی: ''میرا بیٹا بادشاہ کے محل میں.... یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا انھوں نے تمھیں صندوق کو دریا میں ڈالتے دیکھ لیا تھا؟''

''نہیں ماں، ایسی بات نہیں۔ میرا بھائی بالکل محفوظ ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ وہ تمھارا بیٹا اور میرا بھائی ہے۔ اللہ نے اپنے وعدے کے مطابق میرے بھائی کی حفاظت کی ہے۔''

یوکبد سے اب مزید صبر نہ ہوا۔ وہ بولی: ''بیٹی، مجھے پوری بات بتاؤ۔ مجھ میں تو اب سوال

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

پوچھنے کی بھی ہمت نہیں رہی۔ ساری بات تفصیل سے بتاؤ۔''

مریم نے کہا: ''ماں جب میں نے صندوق کو دریا میں بہا دیا تو مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔ میں صندوق کو دریا میں ڈال کر چھپ کر دیکھتی رہی۔ پھر تھوڑے فاصلے سے دریا کے کنارے کنارے چلنے لگی۔ میں نے دیکھا کہ صندوق بادشاہ کے محل کی طرف جا رہا ہے۔

میں بہت پریشان ہوئی اور جب میں نے صندوق کو محل کے بالکل سامنے کنارے لگتے دیکھا تو ایک طرف چھپ کر کھڑی ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد محل سے سرکاری محافظ آئے اور صندوق کو دریا سے نکال کر محل میں لے گئے۔ میں بھی کنیز کے روپ میں اندر چلی گئی۔ محل میں موجود دوسری کنیزوں نے بتایا کہ محل کی چھت سے ملکہ نے ایک صندوق کو دریا کے کنارے لگے دیکھا تو اس کو پانی سے باہر نکالنے کا حکم دیا۔ جب صندوق کو کھولا گیا تو اس میں ایک خوب صورت بچہ تھا۔ بچہ ملکہ کو بہت پسند آیا۔ ملکہ بے اولاد ہے اس لیے وہ اسے گود لینے کا سوچ رہی ہے۔ کچھ دیر مزید گزری تو یہ خبر مشہور ہوئی کہ بادشاہ نے بچے کو قتل کرنے کا حکم دے دیا ہے۔''

یوکبد نے جب یہاں تک سنا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مگر بیٹی نے دلاسا دیا اور کہا: ''ماں، آپ مت روئیں.... اللہ نے کرم کیا اور بادشاہ نے اپنا حکم واپس لے لیا۔''

''وہ کیسے بیٹی؟ اس سنگ دل میں رحم کیسے آیا؟''

''دراصل بادشاہ جتنا ظالم ہے، ملکہ اتنی ہی رحم دل.... اس نے بادشاہ کو سمجھایا کہ میں بچے کو گود لینا چاہتی ہوں۔ میں اس کی پرورش محل ہی میں کروں گی۔ اس لیے یہ بڑا ہو کر ہمارا دشمن نہیں، دوست ہوگا۔ بادشاہ نے پہلے تو انکار کیا لیکن ملکہ ضد کرتی رہی۔ پھر نہ جانے بادشاہ کے دل میں کیا آئی کہ اس نے ملکہ کو اجازت دے دی۔''

یوکبد نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ وہ اللہ کی قدرت پر حیران ہو رہی تھی کہ اس نے دشمن کے دل میں رحم کیسے پیدا کر دیا۔ اس کا اللہ پر ایمان اور مضبوط ہو گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس قدر ظالم شخص کے دل میں بھی کسی کے لیے رحم پیدا ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے ایسا صرف اور صرف اللہ ہی کے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

منصوبے کے تحت ہو رہا ہے۔

مریم نے مزید بتایا: ''ماں، صرف یہی نہیں، معجزہ تو یہ ہوا کہ میرے بھائی نے اچانک رونا شروع کر دیا۔''

''ظاہر ہے بیٹی، اسے بھوک لگی ہوگی۔ وہ دودھ پینے کے لیے رو رہا ہوگا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے ماں، لیکن آپ کو معلوم ہے بھائی نے کسی آیا کا دودھ نہیں پیا۔ وہ ابھی تک رو رہا ہے۔''

''میرا لعل ابھی تک رو رہا ہے! کیا اتنے بڑے محل میں دودھ پلانے والی کوئی عورت موجود نہیں؟'' یوکبد نے بے چینی سے پوچھا۔

''نہیں ماں، محل میں دودھ پلانے والی کئی عورتیں موجود تھیں۔ ان سب کو بلایا گیا لیکن بھائی نے کسی کا دودھ نہیں پیا۔ سارے محل میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ ملکہ نے جس بچے کو گود لیا ہے وہ کسی آیا کا دودھ نہیں پیتا۔ پھر میرے دل میں نہ جانے کیا بات آئی۔ میں نے ایک کنیز سے کہا کہ میں ایک ایسی عورت کو جانتی ہوں جو اس بچے کو دودھ پلانے میں کامیاب ہو جائے گی۔ وہ کنیز اسی وقت ملکہ کے پاس پہنچی۔ ملکہ کا یہ سننا تھا کہ مجھے بلا بھیجا۔ میں نے ملکہ کو یقین دلایا کہ اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں ایک ایسی عورت کو یہاں لاؤں گی جس کا دودھ یہ بچہ ضرور پیے گا۔ اور ماں اب سیدھی تمھارے پاس پہنچی ہوں.... دیکھو اللہ نے اپنا وعدہ پورا کرنے کا کیسا شان دار انتظام کیا ہے!''

یوکبد سجدے میں گر گئی۔ اللہ نے اس کے بھروسے کا مان رکھ لیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد یوکبد بادشاہ کے محل میں تھی۔ اس نے دیکھا کہ اس کا پیارا بچہ بھوک سے رو رہا ہے اور کسی کی گود میں خاموش نہیں ہو رہا۔ کنیزوں کا ایک جمگھٹا اس کے ارد گرد کھڑا ہے۔ لیکن اسے کسی کی گود میں وہ محبت نہیں مل رہی جو اسے چپ کرا دے۔ پھر یوکبد نے اسے ملکہ کی اجازت سے اپنی گود میں لے لیا۔ بچہ خاموش ہو گیا اور دودھ بھی پینے لگا۔ یوں اللہ نے اس ماں سے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ اس کی حفاظت کے لیے دشمن کا محل فراہم کر دیا اور ماں کی ممتا کو ٹھنڈک پہنچانے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کے لیے اس کا بچہ اس کی جھولی میں ڈال دیا۔

ماں کے اس بھروسے کا اللہ نے صرف یہی انعام نہیں دیا بلکہ یہ بچہ بڑا ہو کر اللہ کا بہت بڑا رسول بنا۔ آج ساری دنیا انھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام سے جانتی ہے۔ اور جس ظالم بادشاہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے کا قانون بنایا تھا، اسے دنیا منفتاح فرعون کے نام سے جانتی ہے۔ جس رحم دل اور نیک ملکہ نے انھیں صندوق سے نکالا تھا، ان کا نام حضرت آسیہ رحمۃ اللہ علیہا تھا۔ جس بستی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اس کا نام جشن تھا۔

یہ بھی اس ماں کے اللہ پر بھروسے کا انعام ہی تھا کہ جب فرعون جیسے ظالم بادشاہ نے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کی جرأت کی تو اسے سمندر میں غرق کر دیا اور اس کی لاش کو رہتی دنیا تک کے لیے عبرت کا نمونہ بنا دیا۔ یہ فرعون اس منفتاح فرعون کا بیٹا تھا جس کے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی تھی۔

یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم اور دوسرے اسلام لانے والوں کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی۔ فرعون اور اس کی قوم کے وہ لوگ جنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا، اللہ کے عذاب کا شکار ہوئے۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

انوکھا سفر

یہ 619ء کا زمانہ تھا۔ ایک انوکھا سفر ہو رہا تھا۔ سفر کرنے والے صرف دو انسان تھے۔ ان کے پاس کوئی سواری نہ تھی۔ پیدل ہی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ منزل ان کی بستی سے ساٹھ میل دور تھی۔ راستے میں مختلف قبیلوں کے ہاں قیام کرتے یہ قافلہ کم وبیش دس دنوں میں منزل پر پہنچ گیا۔

یہ ایک سرسبز وادی تھی۔ چشموں کا ٹھنڈا پانی، درختوں کا گھنا سایہ، لہلہاتی کھیتیاں اور خوب صورت باغات کی وجہ سے یہاں کے لوگ خوش حال تھے۔ مگر مسافروں کو اس وادی میں یہاں کی خوش حالی یا اچھی آب وہوا نہیں لائی تھی۔

دراصل یہ سفر ایک خاص مقصد کے لیے ہو رہا تھا۔ یہ مقصد تھا لوگوں تک اللہ کی بات پہنچانا اور یہ مسافر کوئی اور نہیں بلکہ اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ان کے ہمراہ حضرت زیدؓ بن حارثہ تھے۔

مکہ کے لوگوں کی بے پناہ مخالفت کے بعد اللہ کے رسولؐ نے اس بستی (طائف) میں اللہ کا پیغام پہنچانے کا فیصلہ کیا تھا۔

طائف پہنچ کر آپؐ وہاں کے مشہور قبیلے ثقیف کے تین سردار بھائیوں کے پاس گئے۔ ثقیف

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کے ان سرداروں کے ساتھ حضورؐ کی کچھ واقفیت بھی نکل آئی تھی۔ مگر جب آپؐ نے ان کے سامنے اللہ کی بات پیش کی اور فرمایا کہ اللہ نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تو ان کا رویہ ایک دم بدل گیا ..... آپ ان کے اس بدلے ہوئے رویے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

ان کا بڑا بھائی عبد یالیل بولا: ''اگر اللہ نے واقعی تمھیں اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو اسے اپنے گھر کعبہ سے کوئی ہمدردی نہیں، وہ ضرور تمھارے ذریعے سے اس کی بے عزتی کرانا چاہتا ہے۔''

دوسرے بھائی مسعود نے تو حد ہی کر دی، کہنے لگا: ''اچھا، تمھیں رسولؐ بنا کر بھیجا گیا ہے! حیرت ہے، اللہ کو تم سے بہتر شخص نہ ملا!''

حبیب نے عجیب احمقانہ بات کی: ''اللہ کی قسم، میں تو تم سے بات ہی نہیں کروں گا، اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو پھر تمھاری بات کا جواب دینا ہی بے ادبی ہے اور اگر تم نے جھوٹ بولا ہے تو پھر تم سے بات ہی نہیں کرنی چاہیے!''

یہ جواب نہیں تھے، بلکہ زہر میں بجھے تیر تھے جو انھوں نے ایسی ہستی کے سینے میں پیوست کیے تھے، جس سے بہتر انسان اس وقت پوری دنیا میں موجود نہیں تھا.....

دس دنوں کا پیدل سفر کرنے کے بعد جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب سنا تو ان کے دل پر کیا بیتی ہوگی۔ اس کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے! مگر آپؐ نے بڑے حوصلے سے ان کی باتیں سنیں..... ان کی طرف سے اس قدر بدتمیزی کا مظاہرہ ہونے کے باوجود آپؐ نے ان سے کوئی شکوہ نہ کیا بلکہ صرف اتنا کہا کہ تمھیں میری باتیں اچھی نہیں لگیں تو ٹھیک ہے، کم از کم اتنا تو تم کر ہی سکتے ہو کہ اپنے خیالات اپنے پاس رکھو، اور میرے خلاف کسی کو بھڑکاؤ نہیں۔

مگر نہ جانے وہ لوگ کس قسم کے لوگ تھے! انھوں نے اس وقت تو خاموشی اختیار کی مگر جیسے ہی آپ ان کے گھر سے باہر آئے، انھوں نے اپنی بستی کے گنڈوں اور گھٹیا قسم کے لڑکوں کو کہا کہ سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کر آنے والے اللہ کے آخری پیغمبرؐ کو اس قدر تنگ کریں کہ وہ کسی سے بات ہی نہ کر سکیں!

پھر ایسا ہی ہوا.....رحمتِ دو جہاں اور ان کے وفادار ساتھی نے دیکھا کہ لوگ ادھر ادھر سے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے انھوں نے آپ سے الٹے سیدھے مذاق کرنا شروع کر دیے۔

بازار میں عجیب قسم کا شور مچ گیا.....لوگ گھروں سے باہر آ کر ''تماشا'' دیکھنے لگے۔ گنڈوں اور اوباشوں نے دیکھا کہ لوگ انھیں روکنے کے بجائے ان کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں تو وہ مذاق اڑانے کے ساتھ ساتھ گالیوں پر اتر آئے۔

وہ اس بدسلوکی پر ہی نہیں رکے۔ ان پتھر دلوں ..... بلکہ پتھر سے زیادہ سخت دلوں نے کچھ اور کرنے کی ٹھانی.....وہ اب پتھر مارنے لگے..... پتھر اللہ کے عظیم ترین پیغمبر، اعلیٰ ترین انسان کے جسم کو زخمی کرنے لگے۔

آسمان نے بھلا یہ منظر کہاں دیکھا ہوگا۔ حق کی اس سے زیادہ قیمت بھلا اور کیا ادا کی جا سکتی تھی!

آپؐ اور حضرت زیدؓ اب تیز تیز چلنے لگے.....وہ جلد از جلد ان ظالموں کی بستی سے دور چلے جانا چاہتے تھے۔ مگر پتھروں کی بارش میں اب اور تیزی آ گئی تھی۔ وہ ظالم اب آپ کے ٹخنوں کا نشانہ لینے لگے تھے۔

آخر آپؐ تھک گئے.....سر پر ہاتھوں کی آڑ لے کر بیٹھ گئے۔ حضرت زیدؓ دیوانہ وار آپ کے اوپر جھک گئے.....ان کا جی یہی چاہتا تھا کہ ظالموں کا کوئی پتھر آپؐ کو نہ لگے.....اس انسان کا خون زمین پر نہ بہے، جو اس زمین پر بسنے والے ہر انسان کے لیے سراپا رحمت ہے، مگر اللہ کا قانون بھی عجیب ہے.....وہ ہر ایک کی آزمایش کرتا ہے.....نبیوں کی بھی اور رسولوں کی بھی..... بڑوں کی آزمایش بھی بڑی ہوتی ہے!

وہ بدلحاظ بدمعاش، جاہل بدبخت آگے بڑھے.....حضرت زید کو پکڑ کر پیچھے دھکیلا.....آپؐ کا بازو پکڑا اور کھڑا کر دیا۔ اور.....اور.....آپؐ چل پڑے.....حضرت زیدؓ آپ کو سہارا دینے کے

لیے آگے بڑھے۔ آپؐ کے جسم سے بے تحاشا خون بہ رہا تھا۔ خون رس رس کر ٹخنوں تک آیا اور اب جوتوں میں جمع ہونے لگا تھا۔ مگر اب آپؐ قدم آگے بڑھاتے رہے..... گنڈے ابھی پیچھے تھے۔ آخر آپؐ بے ہوش ہو گئے! حضرت زیدؓ لپک کر آگے بڑھے اور آپؐ کو کندھوں پر اٹھا لیا۔

طائف کی بستی سے باہر آئے تو آپؐ کو ہوش آ گیا۔ اللہ کے رسول کو لہولہان دیکھ کر حضرت زیدؓ بے تابی سے بولے: ''آپؐ ان بدبختوں کے لیے اللہ سے بددعا کریں۔''

رحمت عالمؐ نے فرمایا کہ نہیں، کیا ہوا جو انھوں نے میرا انکار کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان کی نسلیں ضرور ایک اللہ پر ایمان لائیں گی۔

آپؐ بستی سے باہر آ گئے تو طائف کے لوگ واپس چلے گئے۔ سامنے ایک باغ نظر آیا۔ آپؐ باغ میں داخل ہو گئے۔ باغ مکہ میں آپؐ کے قبیلے کے ایک شخص ربیعہ کے بیٹوں کا تھا۔

باغ میں آ کر آپؐ کو سکون ملا۔ حضرت زیدؓ نے آپؐ کے جوتے اتارے۔ جوتوں کے تلوؤں میں خون جم چکا تھا۔ حضرت زیدؓ نے خون صاف کرنے میں آپؐ کی مدد کی۔ اس کام سے فارغ ہو کر آپؐ فوراً اللہ کے حضور کھڑے ہو گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی اور پھر آپؐ کے ہونٹوں سے ایک دعا نکلی..... ایک درخواست نکلی..... آپؐ فرما رہے تھے:

''اے اللہ، میں اپنی طاقت کی کمی، اپنی بے سروسامانی اور لوگوں کے مقابلے میں اپنی بے بسی کی فریاد تجھی سے کرتا ہوں۔ اس لیے کہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرتا ہے۔ بے کسوں اور بے سہاروں کا پروردگار تو ہی ہے..... تو ہی میرا مالک ہے، آخر تو مجھے کس کے حوالے کرنے والا ہے؟ ان بے رحم بے گانوں کے جو بدتہذیب ہیں یا ان دشمنوں کے جو مجھ پر قابو پانے والے ہیں! لیکن اگر تم مجھ سے ناراض نہیں اور یہ سب کچھ سزا نہیں تو پھر مجھے کوئی پروا نہیں۔ تمھاری پناہ میرے لیے سب سے بڑھ کر ہے..... اے اللہ میں تو بس اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تمھارے غضب کا شکار ہوں۔ مجھے تو صرف تمھاری رضا چاہیے، اور مجھے یقین ہے کہ تمھارے سوا میری کوئی مدد نہیں کر سکتا!''

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

آپ یہ دعا کر رہے تھے تو باغ کے مالک عتبہ اور شیبہ آ پہنچے۔ وہ لوگ بھی آپ کے مخالفوں میں سے تھے۔ مگر آپ کو اس حالت میں دیکھ کر ان کے دل نرم پڑ گئے۔ وہ آپؐ کے پاس تو نہ آئے، البتہ انھوں نے اپنے ایک عیسائی غلام ''عداس'' کو پکارا۔ اسے حکم دیا کہ انگوروں کی ایک پلیٹ آپ کو دے آئے۔ غلام نے حکم کی تعمیل کی۔

آپؐ نے بسم اللہ پڑھ کر انگور اٹھائے تو عداس حیران ہو کر کہنے لگا: ''اللہ کی قسم، اس طرح کی بات اس شہر کے لوگ تو نہیں کہتے۔''

آپؐ نے عداس سے پوچھا: ''تم کس شہر کے آدمی ہو اور تمھارا دین کیا ہے؟''

عداس نے جواب دیا: ''میں نصرانی (عیسائی) ہوں اور نینوا کا رہنے والا ہوں۔''

''اچھا تو تم یونسؑ بن متیٰ جیسے پیغمبر کی بستی کے آدمی ہو۔''

عداس نے حیرت سے پوچھا: ''آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یونسؑ بن متیٰ کون ہیں۔''

آپؐ نے فرمایا: ''وہ میرے بھائی ہیں۔ وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی۔''

عداس کے لیے یہ باتیں اس لیے حیرت انگیز تھیں کہ حضرت یونسؑ سے صرف نینوا کے لوگ ہی واقف تھے۔ اسی لیے عداس آپؐ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ آپؐ اللہ کے سچے نبی ہیں۔

دور سے اس کے مالک یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے عداس کو آواز دے کر واپس بلا لیا اور اسے جھڑکتے ہوئے بولے: ''احمق آدمی، یہ کیا حرکت کر رہے تھے۔ تم نے تو اپنا دین ہی خراب کر لیا۔''

عداس نے اپنے مالکوں کے غصے کی پروا نہ کرتے ہوئے کہا: ''میرے آقا، انھوں نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جو ایک نبی کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا۔'' عداس کا جی تو بہت چاہتا تھا کہ وہ واپس آپ کے پاس جائے لیکن اس کے مالکوں نے اسے کام پر لگا دیا۔ کچھ دیر آرام کے بعد آپ کی طبیعت سنبھل چکی تھی مگر آپ کا دل پاش پاش تھا۔ غم سے طبیعت پر عجیب اثر تھا! مکہ کی طرف روانہ

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہوئے تو راستے میں حضرت جبرائیلؑ آئے اور کہا: ''آپؐ چاہیں تو اس گستاخی پر طائف کی بستی کو تباہ کیا جا سکتا ہے۔ آپؐ نے جبرائیلؑ کی پیش کش قبول نہ کی اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اس بستی کے لوگ ضرور اسلام قبول کریں گے۔ گویا آپؐ نے ایک مرتبہ پھر اپنا رحمتِ عالم ہونا ثابت کر دیا اور اپنے ماننے والوں کے سامنے یہ عملی نمونہ رکھا کہ اسلام سر فتح کرنے کے بجائے دل فتح کرنے سے پھیلتا ہے۔

☆☆☆

اس واقعے کے صرف چودہ برس بعد رمضان 9 ہجری میں یہی عبد یالیل ایک وفد کے ساتھ مدینہ آیا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جس ہستی کو انھوں نے انتہائی بدتمیزی کے ساتھ اپنی بستی سے نکالا تھا، آج پورا عرب اس کی قیادت کے آگے سر جھکا چکا ہے۔ اب طائف والوں کے لیے بھی سر جھکانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا!

عبد یالیل اور اس کے بھائیوں کا قبول اسلام آپؐ کی رسالت کی ایک اور سچائی بن چکی تھی!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

صرف اللہ سے ڈرنے والے

[امام ابوحنیفہ کے نامور شاگرد امام ابو یوسف کی زندگی کے ایمان افروز واقعات]

یہ ان دنوں کی بات ہے جب جمعہ اسی طرح ادا کیا جاتا تھا جس طرح ادا کرنے کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے حکم دیا تھا.....یعنی حاکم ہی جمعہ پڑھاتے تھے۔ خاندان بنوعباس کے مشہور حکمران ہارون الرشید خلیفہ تھے۔ جمعہ کا خطبہ وہی دے رہے تھے۔ لوگ سن رہے تھے کہ اچانک ایک شخص کھڑا ہو کر چلاتا ہے:

''اللہ کی قسم! تم نے نہ تو مال برابر تقسیم کیا، نہ عدل وانصاف سے کام لیا، تمھارا دامن برائیوں سے داغ داغ ہے۔'' ہارون غصے سے آگ بگولا ہو جاتا ہے۔ حکم دیتا ہے اس گستاخ کو گرفتار کر لیا جائے۔ حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ نماز کے بعد مجرم خلیفہ کے سامنے پیش ہوتا ہے۔

''امام صاحب کو بلا لاؤ۔'' ہارون ایک چوب دار سے کہتا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد سلطنت عباسیہ کے چیف جسٹس امام ابو یوسف (پیدائش 113ھ وفات 182ھ) تشریف لے آتے ہیں۔ وہ ایک نظر پورے منظر پر ڈالتے ہیں۔ مجرم کے پیچھے دو جلاد کوڑے لیے حکم کے منتظر ہیں۔ ان کی شعلہ بار نگاہیں پورے دربار پر ہیبت طاری کیے دیتی ہیں۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

''اس شخص نے میرے ساتھ ایسی گستاخی سے باتیں کی ہیں کہ پہلے کسی کو جرأت نہ ہوئی تھی۔ اس گستاخ کی کیا سزا ہو سکتی ہے؟''

امام سارا قصہ سنتے ہیں اور پھر بڑی دھیمی آواز میں کہتے ہیں:

''امیر المومنین! ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ ایک بدو اٹھا، کہنے لگا: ''آپؐ نے عدل سے کام نہیں لیا۔'' امیر المومنین، یہ بڑی ہی سخت بات تھی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہنے والے کو معاف کر دیا۔ بس اتنا فرمایا: اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا۔ امیر المومنین! ایک مرتبہ حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری نے حضورؐ کے سامنے کوئی معاملہ پیش کیا۔ حضورؐ نے حضرت زبیرؓ کے حق میں فیصلہ دیا۔ انصاری نے غصے میں کہا کہ اپنے پھوپھی زاد بھائی کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے، لیکن حضورؐ نے اس کی گستاخی سے درگزر فرمایا اور کوئی باز پرس نہ کی۔''

امام ابو یوسف اسوۂ نبی کا ذکر کرتے رہے اور ہارون کا رنگ بدلتا گیا۔ رفتہ رفتہ اس کا غصہ سرد ہو گیا اور اس نے اس شخص کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ چیف جسٹس امام ابو یوسف کی جرأت نے ایک بے گناہ کی جان بچالی۔

ایک دفعہ ان کی عدالت میں ہارون کا ایک مقدمہ زیرِ سماعت تھا۔ ہارون کا چہیتا وزیر فضل بن ربیع گواہ کی حیثیت سے پیش ہوا۔ امام ابو یوسف نے اس کی گواہی لینے سے انکار کر دیا۔ فضل کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ بڑبڑاتا ہوا عدالت سے نکل کر سیدھا ہارون کے پاس پہنچا اور امام صاحب کی شکایت کی۔ ہارون، فضل کی باتوں سے بھڑک اٹھا اور امام ابو یوسف کو طلب کر لیا۔ امام عدالت کا کام نپٹا کر حاضر ہوئے۔ ہارون نے غصے میں پوچھا: ''آپ نے فضل کی شہادت کیوں مسترد کر دی؟''

امام ابو یوسف کہنے لگے: ''امیر المومنین! ایک بار میں نے سنا، وہ آپ سے کہہ رہا تھا میں آپ کا غلام ہوں۔ اگر اس کی بات سچی تھی تو قانون کے مطابق آقا کے حق میں غلام کی گواہی نہیں مانی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

جاتی اور اگر جھوٹا تھا تب بھی اس کی شہادت قبول نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ جو شخص آپ کی مجلس میں بے باکی سے جھوٹ بولتا ہے وہ میری مجلس میں کیسے باز رہ سکتا ہے۔''

امام کے لہجے میں سچائی کی جرأت بھی ہے اور تبلیغ کی نصیحت بھی۔ ہارون الرشید کا غصہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ امام کو حاضری کی تکلیف دینے پر معذرت کرتا ہے۔

یہ تو وزیر کی شہادت کا معاملہ ہے، امام کی حقیقت پسندی کا یہ عالم ہے کہ خلیفہ تک کو انصاف کی کسوٹی پر پرکھتے تھے۔ حق دار کو اس کا حق دلانے کے لیے انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ وہ خلیفہ مہدی کے زمانے سے جج کے منصب پر فائز تھے۔ ایک بار خلیفہ ہادی کا جھگڑا ایک عام شہری سے ہو گیا۔ وجہ ایک باغ تھا۔ ہادی اسے اپنی ملکیت قرار دیتا اور وہ عام شہری اپنی۔ آخر خلیفہ اس مقدمے کو عدالت میں لے گیا۔ امام ابو یوسف نے دونوں کے بیانات اور شہادتیں لیں۔ شہادتیں ظاہر کرتی تھیں کہ باغ ہادی کا ہے۔ لیکن امام شہادتوں پر مطمئن نہ ہوئے بلکہ خفیہ تحقیقات کرتے ہیں۔ پتا چلتا ہے باغ خلیفہ کا نہیں ہے اور گواہ خلیفہ کے خلاف سچی گواہی دینے کی ہمت نہیں رکھتا۔ امام صاحب مقدمے کی سماعت ملتوی کر دیتے ہیں۔

اگلے روز وہ ہادی سے ملے تو اس نے پوچھا:

''مقدمے کا کیا فیصلہ کیا؟''

''شہادتیں تو آپ کے حق میں ہیں، مگر مدعا علیہ نے مطالبہ کیا ہے کہ آپ یعنی مدعی (خلیفہ) سے حلف بھی لیا جائے۔'' امام ابو یوسف نے فرمایا۔

''تو پھر آپ کی کیا رائے ہے، کیا آپ مدعی کا حلف اٹھانا صحیح سمجھتے ہیں؟'' ہادی نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں حیرت بھرا تجسس کروٹیں لے رہا تھا۔ دراصل ان کے استاد امام ابو حنیفہؒ کے مطابق حلف یعنی قسم مدعی کے ذمے نہیں مدعا علیہ کے ذمے ہے۔ استاد کے مسلک کی پیروی کرتے ہیں، تو ایک حق دار کا حق مارا جاتا ہے اور حق دار کو حق دلانا ایک مسلمان جج کا وہ فرض ہے جس میں ذرا سی کوتاہی پر بھی خدا کے ہاں شدید باز پرس ہو گی۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

''قاضی ابن ابی لیلیٰ کی تو یہی رائے ہے۔'' انھوں نے سوچ کر ایک ایسے عالم دین کی رائے پیش کی جنھیں خلیفہ ہادی بھی پسند کرتا تھا۔ ہادی سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا: ''اچھا، تو باغ مدعا علیہ کے حوالے کر دیجیے۔''

یہ ہیں امام ابو یوسفؒ دورِ عباسیہ کے عظیم عالم اور عظیم ترین جج۔ دیکھنے میں معمولی سے آدمی نظر آتے۔ نہایت دبلے پتلے، چھوٹا سا قد، لیکن اس پتلے سے جسم میں ایک عظیم انسان اور علم و فضل کا پہاڑ پوشیدہ تھا۔ علم کی مسند ہو یا عدالت کی کرسی، یوں لگتا ہے جیسے وہ اپنے گرد و پیش میں ڈوب کر رہ جائیں گے، مگر جب درس دیتے یا مقدمے کی سماعت کرتے اور فیصلہ سناتے تو ایک دنیا ان کے علم اور حکمت، بصیرت اور جرات پر حیران رہ جاتی ہے۔ لوگ ان کا دبلا پتلا جسم دیکھ کر کہتے: ''اگر اللہ چاہے تو پرندے کے پیٹ میں بھی علم بھر دے۔'' ان کی علمی شان کو ان کے بڑے بڑے ہم عصر علماء اور امام خراج تحسین پیش کرتے۔

ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ ان کے استاد امام ابو حنیفہ عیادت کے لیے آئے۔ وہ عیادت کر کے ان کے گھر سے باہر نکلے تو چہرے پر پریشانی تھی۔ ایک صاحب نے پوچھا: آپ پریشان ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا: ''یہ جوان مر گیا تو زمین کا سب سے بڑا عالم اٹھ جائے گا۔''

یہ ایک شفیق استاد کی اپنے ہونہار اور عزیز ترین شاگرد کے بارے میں رائے تھی۔ امام مالک، سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام احمد بن حنبل، امام شافعی سمیت تمام امام اور علماء امام ابو یوسف کی علمی عظمتوں کے کھلے دل سے معترف ہیں اور انھیں اپنے سے کسی طرح کم نہیں سمجھتے۔

اپنی اس علمی شان کے باوجود ان کا کہنا تھا کہ میری صرف وہ بات مانی جائے جو قرآن اور سنت کے مطابق ہے۔ جو دین کے مطابق نہیں اسے مجھے لوٹا دیا جائے کیونکہ آخر میں انسان ہوں اور انسان غلطی کر سکتا ہے۔''

یہ ہے ہمارا تاب ناک ماضی جس سے روشنی حاصل کرنا کامیابی کے لیے ضروری ہے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

تاریخ کی یاددہانی

[خلافت راشدہ میں صحابہ کرام کو پیش آنے والی ایک مہم کی داستان]

یہ قیدی سپاہیوں کے لیے بڑا قیمتی تھا۔ وہ انھیں تمام قیدیوں میں سب سے زیادہ معزز اور بہادر لگتا تھا۔ انھوں نے اسے دوسرے قیدیوں سے علیحدہ کرلیا۔ وہ اسے بڑی حفاظت کے ساتھ زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے، لیکن اس کے باوجود انھیں یہ دھڑکا ہر لمحے لگا ہوا تھا کہ کہیں یہ قیدی ان کی گرفت سے نکل کر بھاگ نہ جائے۔ مگر وہ قیدی اس قدر اطمینان اور بےفکری سے ان کے ساتھ چل رہا تھا کہ دیکھنے والا کبھی یہ خیال نہیں کرسکتا تھا کہ وہ بھاگنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ دراصل یہ قیدی اپنے ساتھیوں کے بغیر بھاگنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ یہ قیدی اس لیے قیمتی تھا کہ رومی سپاہیوں کے ایک علاقائی حاکم نے اعلان کر رکھا تھا کہ مجھے عرب قوم کا ایسا شخص زندہ حالت میں چاہیے جو ان کے بڑے لوگوں میں سے ہو اور یہ قیدی اسی قوم سے تعلق رکھتا تھا، جس کا مطالبہ حاکم نے کیا تھا۔

دراصل ہوا یہ تھا کہ عبداللہ بن حذافہؓ کی سرکردگی میں ایک فوجی دستہ محاذ جنگ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ غلطی سے رومی علاقے میں چلا گیا اور گرفتار ہوگیا۔ اب عبداللہ بن حذافہؓ رومی حاکم کی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

تمام شرائط پر پورا اترتے تھے، اس لیے سپاہیوں کو یقین تھا کہ وہ اسے حاکم کے حضور پیش کر کے انعام حاصل کریں گے۔ ایک روایت کے مطابق یہ حاکم کوئی اور نہیں بلکہ قیصر روم ہی تھا۔

جب اس قیدی کی خبر حاکم تک پہنچی تو اس نے ان سپاہیوں کو انعام دیا جنھوں نے اسے گرفتار کیا تھا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ اسے جلد از جلد دربار میں پیش کیا جائے۔ عبداللہ بن حذافہؓ اگلے ہی دن بیڑیوں میں جکڑے بھرے دربار میں بادشاہ کے سامنے تھے۔ اس وقت ان کے چہرے پر ایک عجیب اطمینان اور سکون تھا۔ دربار میں موجود دشمن قوم کے افراد قیدیوں کو خونخوار نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اکثر کے چہروں پر نفرت اور تکبر کے جذبات صاف دیکھے جا سکتے تھے۔

قیصر نے عبداللہ بن حذافہؓ کو گہری نظروں سے دیکھا اور اس سے پوچھا کہ وہ کس مذہب اور کس قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ انھوں نے اپنا مذہب، قوم اور نام بتایا۔ اس کی تسلی ہوئی کہ مطلوبہ شخص ہی اس کے سامنے ہے۔ اس کے بعد وہ عبداللہؓ بن حذافہ سے مخاطب ہوا: ''اے قیدی، میرے پاس تمھارے لیے ایک تجویز ہے۔''

''وہ کیا ہے؟'' انھوں نے خوف سے بے نیاز ہو کر پوچھا۔

''تم اپنا مذہب چھوڑ کر میرا مذہب اختیار کر لو۔ ایسا کرنے پر میں تمھیں آزاد کر دوں گا اور تم ان درباریوں کی طرح معزز اور مرتبے والے بن جاؤ گے۔''

عبداللہ بن حذافہؓ نے سوچنے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا اور جواب دیا: ''اے بادشاہ! یہ ناممکن ہے..... میں ہزار دفعہ موت کو سینے سے لگانے کے لیے تیار ہوں لیکن اپنا مذہب چھوڑ کر تمھارے مذہب کو اختیار نہیں کر سکتا۔''

''بہت خوب! تم واقعی بہادر ہو اور یہی کچھ میں نے تمھاری قوم کے متعلق سنا تھا۔ لیکن میرا مشورہ تمھیں یہی ہے کہ میرا مذہب مان لو..... انعام کے طور پر میں تمھیں اپنا خاص وزیر بنا لوں گا۔''

دین بدلنے کی یہ رشوت بہت زیادہ تھی۔ لیکن عبداللہ بن حذافہؓ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ اسی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

طرح بے نیازی سے بولے:

''خدا کی قسم، تم دین بدلنے کے عوض مجھے اپنی پوری سلطنت کے ساتھ، میرے اپنے وطن کی بھی بادشاہت دے دو تو پھر بھی مجھے تمھاری پیش کش قبول نہیں۔'' زنجیروں بندھے ایک بے بس قیدی کے اس جواب پر پہلی مرتبہ بادشاہ کے چہرے پر غصے کے آثار آئے۔ وہ بھڑک کر بولا: ''میں تمھیں قتل کرادوں گا۔''

جواب ملا: ''ضرور کرو! لیکن یہ توقع مت رکھنا کہ میں اپنا دین بدل لوں گا۔''

عبداللہ بن حذافہؓ قرآن میں دی اس رعایت کو خوب جانتے تھے، جس میں جان بچانے کی خاطر کلمہ کفر کہنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ اجازت سورہ النحل میں ان الفاظ میں دی گئی ہے کہ: جو اپنے ایمان لانے کے بعد اللہ کا کفر کرے گا، بجز اس کے جس پر جبر کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو، لیکن جو کفر کے لیے سینہ کھول دے گا تو اس پر اللہ کا غضب اور وذاب عظیم ہے۔ (۱۰۶) سیدنا عبداللہ بن حذافہؓ جانتے تھے کہ آیت کی رو سے وہ اگر محض زبان سے قیصر کی فرمایش پوری کر دیں گے تو ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ لیکن وہ جانتے تھے اپنی جان بچانے کی خاطر اس رعایت سے شاید ہی کسی مسلمان نے فائدہ اٹھایا ہو! اس لیے انھوں نے عزیمت کی راہ اپنائی اور قیصر کی پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

''اس کو پھانسی پر چڑھا دو۔'' بادشاہ نے چیخ کر حکم دیا۔ ساتھ ہی اس نے وزیر کو بلایا اور قیدی کی ہلاکت کے بارے میں کچھ خصوصی ہدایات دیں۔ وزیر نے حکم جلاد تک پہنچا دیا۔ فوراً ہی قیدی کو ایک تختے سے باندھ دیا گیا اور جلاد تیر کمان ہاتھ میں اٹھا کر اس کا نشانہ لینے لگا۔ اس نے بڑی احتیاط سے نشانہ لیا اور تیر چھوڑ دیا۔ تیر عین نشانے پر لگا..... ٹھیک وہیں جہاں اسے ہدایت کی گئی تھی۔ بادشاہ نے وزیر کے ذریعے سے حکم دیا تھا کہ تیر قیدی کے دل میں نہیں بلکہ ہاتھ پر مارا جائے کہ اس کا ایک بازو زخمی ہو جائے۔ اور واقعی قیدی کا ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔

درد کی ٹیسیں اٹھیں اور عبداللہ بن حذافہؓ کی پیشانی تکلیف کی وجہ سے پسینے سے بھر گئی، لیکن

ان کے منہ سے اف تک نہیں نکلی۔اس نازک موقع پر بادشاہ نے ایک مرتبہ پھر اسے اپنا دین بدلنے کا مشورہ دیا مگر انھوں نے پوری شدت سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے جلاد کو دوسرا تیر چلانے کا حکم دیا۔جلاد نے اس مرتبہ تیر چھوڑا تو وہ ان کے دونوں پاؤں کے درمیان میں لگا۔اس دفعہ بادشاہ نے محسوس کیا کہ قیدی پر خوف کے بادل منڈلانے لگے ہیں۔اس نے چوتھی مرتبہ اسے اپنے دین سے علیحدگی کا مشورہ دیا مگر قیدی نے پھر انکار کر دیا۔

اب تو بادشاہ کو بہت بے عزتی محسوس ہوئی۔ وہ کچھ دیر خاموش رہتے ہوئے سوچنے لگا..... آخر اس نے ایک عجیب حکم دیا..... بہت ہی خوفناک اور وحشت ناک حکم!''قیدی کو تختے سے اتار لیا جائے اور بڑی دیگ لا کر اس میں تیل گرم کیا جائے۔''

عبداللہ بن حذافہؓ، ان کے ساتھی اور درباری سمجھ گئے کہ بادشاہ انتقام کی خاطر ان کو اس تیل میں ڈال کر زندہ بھون ڈالے گا۔حکم کے مطابق ایک بڑے میدان میں آگ جلائی گئی۔اس پر دیگ رکھ کر تیل ڈالا گیا۔ جب تیل کھولنے لگا تو بادشاہ نے انتہائی سفاک آواز میں حکم دیا:''اس قیدی کی قوم کے دو افراد کو لایا جائے.....''

اس حکم نے پہلی مرتبہ سیدنا عبداللہؓ بن حذافہ کو پریشان کر دیا۔ان کے چہرے پر فکرمندی اور خوف کے اثرات اب واضح طور پر دیکھے جا سکتے تھے۔اور جب حکم کے مطابق دو قیدی سامنے لائے گئے تو ان کا خوف دوچند ہو گیا۔وہ اپنے بے قصور ساتھیوں کے انجام کو صاف محسوس کر رہے تھے، لیکن انھوں نے پچھلے تجربے سے یہی نتیجہ اخذ کیا یہ قیصر کی صرف گیدڑ بھبکی ہے؛ وہ اصل میں صرف انھیں ڈرانا چاہتا ہے، اس لیے وہ خاموش رہے۔لیکن پھر ان کے ذہن میں آیا کہ کہیں قیصر اس دفعہ سنجیدہ ہی نہ ہو! ابھی وہ بادشاہ کو کچھ کہنے کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ اس کے کانوں میں بادشاہ کے وہ الفاظ گونج اٹھے جس نے ان کے ایک ایک رونگٹے میں کیل ٹھونک دیے۔وہ دھڑکتے دل کے ساتھ سن رہے تھے۔

''ان قیدیوں کو اس کھولتے تیل میں پھینک دیا جائے۔''

حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ ان کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ لیکن حقیقت یہی تھی کہ انھوں نے اپنی زندگی کا سب سے دہشت ناک منظر دیکھا تھا۔ ان کے دو ساتھیوں کو تیل میں پھینک دیا گیا تھا اور وہ بے بسی کی تصویر بنے انھیں پھٹی ہوئی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ وہ دونوں مجاہد چشم زدن میں زندگی سے آزاد ہو گئے۔ بادشاہ کی آنکھوں کی شیطانی چمک کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ وہ پھنکارتے ہوئے بولا: ''اے قیدی! اب تیرے لیے آخری موقع ہے۔ اب بھی چھوڑ دے اپنے دین کو اور موت کے بجائے زندگی قبول کر لے۔''

سیدنا عبداللہؓ بن حذافہ نے نفرت، غصے اور حقارت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اس مرتبہ بھی انکار کر دیا۔ بادشاہ کی ضد بھی ختم ہو گئی اور وہ زور سے چلایا: ''پھینک دو اس گستاخ کو دیگ میں!''

سپاہیوں نے انھیں پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے تیل کی دیگ کے قریب لے آئے۔ اس موقع پر بادشاہ اور اس کے درباریوں نے عجیب منظر دیکھا..... وہ دیکھ رہے تھے کہ سیدنا عبداللہؓ بن حذافہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں۔

بادشاہ کو پہلی مرتبہ اپنی ضد کی فتح کے آثار دکھائی دیے۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر سپاہیوں کو روکا۔ دربار میں شور مچ گیا۔ وہ آپس میں کہہ رہے تھے: ''دیکھو قیدی رو رہا ہے..... موت اور وہ بھی اس قدر خوف ناک موت..... یقیناً موت کی تکلیف کا تصور کر کے رو رہا ہے.....''

بادشاہ نے قیدی کو قریب لانے کا حکم دیا۔ شاید وہ یقین کرنا چاہتا تھا کہ قیدی واقعی رو رہا ہے۔ قیدی سچ مچ رو رہا تھا۔ اس کے نورانی چہرے پر آنسو موتی بن کر چمک رہے تھے۔

''اے قیدی! آخر تم نے اپنی ضد چھوڑنے کا فیصلہ کر ہی لیا! ٹھیک ہے، تم اعلان کرو کہ میرے دین کو قبول کرتے ہو۔''

لیکن سیدنا عبداللہؓ بن حذافہ نے جواب میں جو کچھ کہا اس سے بادشاہ ہی نہیں دربار کا ہر آدمی چونک پڑا۔

''نہیں اے ظالم بادشاہ! میں تمھارا مذہب ہرگز قبول نہیں کروں گا۔''

''تو پھر تم روکس بات پر رہے ہو؟''

''اے احمق بادشاہ! میں موت کے خوف سے نہیں رو رہا۔ میں تو اس حسرت پر رو رہا ہوں کہ کاش میرے پاس ایک سے زیادہ جانیں ہوتیں.....ایک لاکھ جانیں ہوتیں.....اور میں ہر جان اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈال کر خدا کی راہ میں قربان کر دیتا۔ مگر افسوس میرے پاس تو ایک ہی جان ہے.....بس اس محرومی پر رو رہا ہوں۔''

دربار پر موت کی سی خاموشی طاری ہوگئی۔ یوں لگتا تھا کہ وقت ٹھہر گیا ہو، زندی کی سانس رک گئی ہو، منظر ایک تصویر بن گیا ہو، ماضی اور مستقبل ختم ہو کر صرف لمحہ موجود بن گیا ہو۔ بادشاہ بھی بت بنا اس عجیب وغریب قیدی کا منہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے بھلا ایسا انسان زندگی میں کہاں دیکھا ہو گا! لگتا تھا قیدی کی اس بات نے اس کے دماغ پر اثر کر دیا تھا۔ اس نے بھی ایک عجیب بات کہی۔ ایک بہت ہی عجیب بات! کہنے لگا: ''اے قیدی! اگر تم میرا سر چوم لو تو میں تمھیں آزاد کر دوں گا۔''

سیدنا عبداللہؓ بن حذافہ نے بے یقینی سے بادشاہ کی طرف دیکھا اور کہا: ''کیا تم میرے ساتھ میرے ساتھیوں کو بھی چھوڑ دو گے؟''

''ہاں! میں تمھارے سارے ساتھیوں کو چھوڑ دوں گا۔''

تب انھوں نے پہلی مرتبہ قرآن کی دی گئی رعایت سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا۔ ان کے سامنے قرآن کی ایک نہیں کئی آیات آ گئی تھیں۔

''جس نے کسی کو قتل کیا، اس کے بغیر کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد برپا کیا ہو تو اس نے گویا سب انسانوں کو قتل کیا۔ اور جس نے کسی ایک کو بچایا اس نے گویا سب انسانوں کو بچا لیا (۵:۳۲): پھر جو بھوک سے مجبور ہو کر کوئی حرام چیز کھا لے، بغیر اس کے کہ وہ گناہ کی طرف مائل ہو تو اللہ بخشنے والا ہے، وہ سراسر رحمت ہے۔ (مائدہ ۳)

وہ سوچ رہے تھے کہ یہ بادشاہ جتنا ظالم ہے، اتنا ہی بزدل ہے۔ ڈر رہا ہوگا کہ جس دین پر ایمان رکھنے والے اس قدر با اصول اور بے خوف ہیں وہ کس قدر نڈر اور بہادر ہوں گے اور اگر میں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

نے ان کے اہم آدی کو یوں بے رحمی سے مار ڈالا تو یہ لوگ میری سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لیے اس نے یہ بے تکی شرط رکھ دی ہے۔ یا شاید اس نے میرے دین بدلنے کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے اور اس میں ناکامی کے بعد اب محض بچوں کی سی ضد پر آ گیا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ میرے ہاتھوں اپنی شکست کے بعد اب میں بھرے دربار میں اس کا سر چوم کا اس کی عزت اور اپنی ذلت کا اظہار کروں۔ لیکن اگر میں نے اس کی یہ بے تکی ضد مان لی تو اس سے میرے دین پر تو کوئی حرف نہیں آئے گا مگر میرے قیمتی ساتھیوں کی جانیں بچ جائیں گی۔ اور میرا دین اور میرے رسول ﷺ کی سیرت مجھے یہی سکھاتی ہے، لہٰذا یہ گھاٹے کا سودا نہیں۔ میرے ساتھیوں کی جانیں میری ذات سے بہت زیادہ قیمتی ہیں۔ یہ سوچ کر انھوں نے اپنی ذات پر ساتھیوں کی جان کو ترجیح دینے کا فیصلہ کیا اور آگے بڑھ کر بادشاہ کے سر کو چوم لیا۔ بادشاہ نے فوراً انھیں اور ان کے باقی ساتھیوں کو آزاد کرنے کا حکم دے دیا۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے۔ سیدنا عبداللہؓ بن حذافہ ان کے سامنے بیٹھے تھے۔ ان کی زبانی سارا واقعہ سننے کے بعد بولے: ''اے عبداللہ بن حذافہ (رضی اللہ عنہ) تم پر ہزار ہا رحمتیں نازل ہوں۔''

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے اور اعلان کیا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ آگے بڑھ کر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا سر چوم لے اور دیکھو میں سب سے پہلے ان کے سر پر بوسہ دیتا ہوں۔ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے اور ان کو بوسہ دیا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام میں سے تھے جنھوں نے مکہ میں بہت آغاز ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے اس اقدام اور عمر فاروقؓ کی تصدیق کے بعد آج کا یہ دور ہمیں دعوت غور و فکر دے رہا ہے کہ ہم درست ہیں یا اللہ کے رسول ﷺ کے تربیت یافتہ یہ مجاہد! شاید اسی وجہ سے انھیں اللہ کی نصرت حاصل تھی اور ہم خون کی ندیاں بہا کر بھی مغضوب اور محکوم ہیں۔

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM